بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب حامداًومصلیاً

(۱)۔۔۔دراصل قربانی اور صدقہ فطر کے نصاب میں انسان کی ذاتی اور اپنے اہل و عیال کی حاجتِ اصلیہ سے زائد اشیاء کی قیمت کا بھی اعتبار کیا جاتا ہے (جیسا کہ سابقہ فتوی کے پہلے جواب میں مذکور ہے)"فتاوی ہندیہ" کی عبارت: "وبِبَقَرَةٍ وَاحِدَةٍ غَنِيٌّ" اور "فَأَمَّا مَا عَدَا ذَلِكَ مِنْ سَائِمَةٍ أَوْ رَقِيقٍ أَوْ خَيْلٍ أَوْ مَتَاعٍ لِتِجَارَةٍ أَوْ غَيْرِهَا فَإِنَّهُ يُعْتَدُّ بِهِ مِنْ يَسَارِهِ" کا بھی یہی مطلب ہے کہ اگر یہ چیزیں تجارت کے لیے ہوں یا تجارت کے لیے نہ ہوں لیکن حاجتِ اصلیہ سے زائد ہوں تو ان کی قیمت بھی نصاب میں شامل کی جائیگی۔

اس بات کا پہلا قرینہ تو یہ ہے کہ یہاں "بَقَرَةٍ وَاحِدَةٍ"کو "زارِع" کے ساتھ خاص کیا گیا ہے، چونکہ "بقرۃ" (گائے) سے عام طور پر کھیتی باڑی میں کام نہیں لیا جاتا، اس لیے اُسے زارِع کی حاجت سے زائد قرار دیکر اس کی قیمت کا اعتبار کیا گیا، لیکن اگر وہ دودھ کے لیے ہو تو چونکہ وہ حاجت اصلیہ میں داخل ہو جائیگی، اس لیے نصاب میں اس کی قیمت کا اعتبار نہیں ہوگا، جیسا کہ "الفتاوی التتارخانیة (453/3)"میں زارع کے بارے میں ہے کہ:

قيل للمزارع مازاد على الثورين والات الفلاحة، **والفتوى على ما ذكرنا أنه يعتبر الفضل على الكفاية له ولعياله،**

اسی طرح دوسرا قرینہ خود "ہندیہ" کی درج ذیل عبارت میں خط کشیدہ جملہ ہے:

وَالْمُوسِرُ فِي ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ مَنْ لَهُ مِائَتَا دِرْهَمٍ أَوْ عِشْرُونَ دِينَارًا أَوْ شَيْءٌ يَبْلُغُ ذَلِكَ سِوَى مَسْكَنِهِ وَمَتَاعِ مَسْكَنِهِ وَمَرْكُوبِهِ وَخَادِمِهِ فِي **حَاجَتِهِ الَّتِي لَا يَسْتَغْنِي عَنْهَا، فَأَمَّا مَا عَدَا ذَلِكَ** مِنْ سَائِمَةٍ أَوْ رَقِيقٍ أَوْ خَيْلٍ أَوْ مَتَاعٍ لِتِجَارَةٍ أَوْ غَيْرِهَا فَإِنَّهُ يُعْتَدُّ بِهِ مِنْ يَسَارِهِ،

اس میں یہی بات مذکور ہے کہ اگر مذکورہ چیزوں سے انسان مستغنی ہو یعنی یہ چیزیں اس کے استعمال میں نہ ہوں اور اُسے ان کی حاجت پیش نہ آتی ہوں تو ان کی قیمت بھی یُسر (نصاب کی تکمیل) میں شمار ہوگی، لہذا جو جانور دودھ یا کسی اور خدمت کے لیے ہوں ان کی قیمت کا اعتبار نہیں ہوگا۔

الفتاوى الهندية – (5 / 293)

وَفِي الْفَتَاوَى الدِّهْقَانُ لَيْسَ بِغَنِيٍّ بِفَرَسٍ وَاحِدٍ وَبِحِمَارٍ وَاحِدٍ، فَإِنْ كَانَ لَهُ فَرَسَانِ أَوْ حِمَارَانِ أَحَدُهُمَا يُسَاوِي مِائَتَيْنِ فَهُوَ نِصَابٌ، وَالزَّارِعُ بِثَوْرَيْنِ وَآلَةِ الْفَدَّانِ لَيْسَ بِغَنِيٍّ، وَبِبَقَرَةٍ وَاحِدَةٍ غَنِيٌّ، وَبِثَلَاثَةِ ثِيرَانٍ إذَا سَاوَى أَحَدُهَا مِائَتَيْ دِرْهَمٍ صَاحِبُ نِصَابٍ،

الفتاوى الهندية – (5 / 292)

وَالْمُوسِرُ فِي ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ مَنْ لَهُ مِائَتَا دِرْهَمٍ أَوْ عِشْرُونَ دِينَارًا أَوْ شَيْءٌ يَبْلُغُ ذَلِكَ سِوَى مَسْكَنِهِ وَمَتَاعِ مَسْكَنِهِ وَمَرْكُوبِهِ وَخَادِمِهِ فِي حَاجَتِهِ الَّتِي لَا يَسْتَغْنِي عَنْهَا، فَأَمَّا مَا عَدَا ذَلِكَ مِنْ سَائِمَةٍ أَوْ رَقِيقٍ أَوْ خَيْلٍ أَوْ مَتَاعٍ لِتِجَارَةٍ أَوْ غَيْرِهَا فَإِنَّهُ يُعْتَدُّ بِهِ مِنْ يَسَارِهِ،

(۲)۔۔۔ شوہر کے معسر یا موسر ہونے سے بیوی کے نان ونفقہ میں تو فرق آتا ہے، لیکن اس سے عورت کی حوائجِ اصلیہ میں فرق نہیں آتا، کیونکہ نفقہ کے علاوہ عورت کی اور بھی کئی ضروریات ہوتی ہیں، لہذا جو چیزیں انسان کی حاجتِ اصلیہ میں داخل ہوں وہ چیزیں عورت کی حاجتِ اصلیہ شمار ہوں گی، خواہ زوج معسر ہو یا موسر، اگر غور سے پڑھیں تو ''احسن الفتاوی'' میں بھی یہی بات کہی گئی ہے۔

حاشية ابن عابدين (رد المحتار) – (2 / 348)

سَأَلْت عَنْ الْمَرْأَةِ هَلْ تَصِيرُ غَنِيَّةً بِالْجِهَازِ الَّذِي تُزَفُّ بِهِ إلَى بَيْتِ زَوْجِهَا؟ وَالَّذِي يَظْهَرُ مِمَّا مَرَّ أَنَّ مَا كَانَ مِنْ أَثَاثِ الْمَنْزِلِ وَثِيَابِ الْبَدَنِ وَأَوَانِي **الِاسْتِعْمَالِ مِمَّا لَا بُدَّ لِأَمْثَالِهَا مِنْهُ فَهُوَ مِنْ الْحَاجَةِ الْأَصْلِيَّةِ وَمَا زَادَ عَلَى ذَلِكَ مِنْ** الْحُلِيِّ وَالْأَوَانِي وَالْأَمْتِعَةِ الَّتِي يُقْصَدُ بِهَا الزِّينَةُ إذَا بَلَغَ نِصَابًا تَصِيرُ بِهِ غَنِيَّةً،

المحيط البرهاني للإمام برهان الدين ابن مازة – (2 / 494)

أن المرأة لا تصير غنية بمقدار ما يقضى لها من النفقة، فإن لها حوائج أخر سوى النفقة تستحق بملك على الزوج،

(۳)۔۔۔ واضح رہے کہ سابقہ فتوی کے جواب نمبر ۲ میں اس بات کی تفصیل ذکر کر دی گئی ہے کہ شرعاً حاجتِ اصلیہ کی کوئی تحدید مقرر نہیں ہے، بلکہ جو چیزیں انسان کے استعمال میں ہوں اور انسان کو ان کی حاجت پیش آتی ہوں ایسی اشیاء حاجتِ اصلیہ کے تحت شمار ہوں گی، اگرچہ ان کی قیمت ہزاروں، بلکہ لاکھوں میں ہو، کیونکہ قیمت کا اعتبار اس وقت ہوتا ہے جب کہ اشیاء تجارت کے لیے ہوں یا حاجتِ اصلیہ سے زائد ہوں، اور یہی بات جانوروں میں بھی ہے، لہذا جتنے بھی جانور انسان کے استعمال میں ہوں، یعنی دودھ کے لیے ہوں یا ہل جوتنے کے لیے یا کسی اور خدمت کے لیے، ایسے جانور حاجتِ اصلیہ سے زائد شمار نہیں کیے جائیں گے، اگرچہ وہ تعداد میں زیادہ ہوں اور ان کی قیمت ہزاروں میں ہو، چنانچہ ''فتاوی محمودیہ'' میں لکھا ہے کہ:

سوال [۴۷۱۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:

بہشتی زیور، ص: ۳۶، تیسرا حصہ، حاشیہ اول میں ذکر کیا گیا ہے، جس کا حوالہ

''مراقی الفلاح علیٰ حاشیۃ الطحطاوی''، ص: ۳۹۴ ہے کہ: صدقة الفطرتجب على حر مسلم مكلف مالك لنصاب أو قيمته وإن لم يحل عليه الحول عند طلوع فجر يوم الفطر ولم يكن للتجارة فارغ عن الدين وحاجته الأصلية وحوائج عياله والمعتبر فيها الكفاية لا التقدير وهي مسكنه وأثاثه وثيابه وفرسه وسلاحه وعبيده للخدمة، تو مضمون ہذا سے ہماری عقل میں بہت کم لوگوں پر صدقہ فطر واجب ہوگا۔

۱۔ذیل میں جتنی اشیاء ذکر کی گئی ہیں وہ سب ہماری حوائج اصلیہ اور حوائجِ عیالیہ ہیں: مسکنه، ثيابه، أثاثةالمنزل، فرسه، ودابته للركوب،سلاحه، كتابه،اس کے سواآباد کرنے کے لیے بیل، یعنی ہل جوتنے کے لیےاور دودھ پینے کے لیے، بوجھ ڈھونے کے لیے زمین، دھان، گیہوں، وغیرہ، لہذا بہشتی زیور نمبر: ۲ کے مسئلہ کے اعتبار سے یہ ہر ایک اگرچہ ہزاروں روپیہ کی قیمت کا ہو اور ضرورت سے زیادہ نہ ہو تو صدقہِ فطر واجب نہیں، یہ صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداومصلیا: مسئلہ اسی طرح ہے، دیگر کتب فقہ بحر، بدائع وغیرہ میں بھی مذکور ہے، ایسے شخص پر صدقہِ فطر واجب نہیں۔(۶۱۵/۹، ۶۱۴)

مراقي الفلاح - (1 / 269)

تجب على حر مسلم مكلف مالك لنصاب أو قيمته وإن لم يحل عليه الحول عند طلوع فجر يوم الفطر ولم يكن للتجارة فارغ عن الدين وحاجته الأصلية وحوائج عياله **والمعتبر فيها الكفاية لا التقدير** وهي مسكنه وأثاثه وثيابه وفرسه وسلاحه وعبيده للخدمة،

حاشية الشرنبلالي على درر الحكام شرح غررالحكام(193/1)

(قوله:فاضلا عن حاجته الأصلية) أقول: ومن حوائجه الأصلية حوائج عياله،فلابد أن يكون النصاب فاضلا عن حوائجه وحوائج عياله،**ولم يبين مقدار الحاجة اشارة الى ما عليه الفتوى من أن العبرة للكفاية من غير تقدير،فيعتبر مازاد على الكفاية له ولعياله،كذا في مختصر الظهيرية۔**

الفتاوى التتارخانية(453/3)

قيل للمزارع مازاد على الثورين والات الفلاحة، والفتوى على ما ذكرنا أنه يعتبر الفضل على الكفاية له ولعياله،

(۴)۔۔۔جانوروں کا سائمہ ہونا(یعنی سال کے اکثر حصہ میں گھر کے باہر جنگل وغیرہ میں چرنا) صرف زکوۃ کے وجوب کے لیے شرط ہے، قربانی اور صدقہ فطر کے نصاب میں اس سے کچھ فرق نہیں آتا، لہذا اگر جانور ضرورت سے زائد ہو تو بہر صورت اس کی قیمت کا اعتبار کر کے قربانی اور صدقہِ فطر کے نصاب کی تکمیل کی جائے گی، خواہ جانور سائمہ ہو یا نہ ہو۔

دراصل اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ زکوۃ کے وجوب کے لیے مال کا ''نامی'' ہونا ضروری ہے، جبکہ قربانی اور صدقہِ فطر کے نصاب میں ''نماء'' شرط نہیں ہے، ''نماء'' کی کئی صورتیں ہیں (حقیقی نماء، تقدیری نماء، خلقی نماء اور فعلی نماء) اور ''اسامۃ'' بھی نماء ہی کی ایک صورت (فعلی نماء) ہے، اور قربانی وصدقہِ فطر کے نصاب میں چونکہ نماء شرط نہیں ہے، اس لیے جانوروں کا ''سائمۃ'' ہونا بھی ضروری نہیں، بلکہ صرف حوائجِ اصلیہ سے زائد ہونا شرط ہے۔

الفتاوى الهندية - (1 / 174)

(وَمِنْهَا كَوْنُ النِّصَابِ نَامِيًا) **حَقِيقَةً** بِالتَّوَالُدِ وَالتَّنَاسُلِ وَالتِّجَارَةِ أَوْ **تَقْدِيرًا** بِأَنْ يَتَمَكَّنَ مِنْ الِاسْتِنْمَاءِ بِكَوْنِ الْمَالِ فِي يَدِهِ أَوْ فِي يَدِ نَائِبِهِ وَيَنْقَسِمُ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا إلَى قِسْمَيْنِ **خِلْقِيٌّ، وَفِعْلِيٌّ** هَكَذَا فِي التَّبْيِينِ **فَالْخِلْقِيُّ** الذَّهَبُ وَالْفِضَّةُ؛ لِأَنَّهُمَا لَا يَصْلُحَانِ لِلِانْتِفَاعِ بِأَعْيَانِهِمَا فِي دَفْعِ الْحَوَائِجِ الْأَصْلِيَّةِ فَتَجِبُ الزَّكَاةُ فِيهِمَا نَوَى التِّجَارَةَ أَوْ لَمْ يَنْوِ أَصْلًا أَوْ نَوَى النَّفَقَةَ **وَالْفِعْلِيُّ مَا سِوَاهُمَا وَيَكُونُ الِاسْتِنْمَاءُ فِيهِ بِنِيَّةِ التِّجَارَةِ أَوْ الْإِسَامَةِ**، وَنِيَّةُ التِّجَارَةِ وَالْإِسَامَةِ لَا تُعْتَبَرُ مَا لَمْ تَتَّصِلْ بِفِعْلِ التِّجَارَةِ أَوْ الْإِسَامَةِ ثُمَّ نِيَّةُ التِّجَارَةِ قَدْ تَكُونُ صَرِيحًا وَقَدْ تَكُونُ دَلَالَةً فَالصَّرِيحُ أَنْ يَنْوِيَ عِنْدَ عَقْدِ التِّجَارَةِ أَنْ يَكُونَ الْمَمْلُوكُ لِلتِّجَارَةِ سَوَاءٌ كَانَ ذَلِكَ الْعَقْدُ شِرَاءً أَوْ إجَارَةً وَسَوَاءٌ كَانَ ذَلِكَ الثَّمَنُ مِنْ النُّقُودِ أَوْ الْعُرُوضِ.

الفتاوى التتارخانية(3،135)

والأموال النامية اللتي هي سبب لوجوب الزكوة قسمان:السائمة وأموال التجارة،وأموال التجارة قسمان: مال التجارة وضعا وهو الحجران،ومال التجارة جعلا وهو كل ما يشترى للتجارة،ونماء السائمة بالنسل ونماء مال التجارة بتغير الأسعار،ولما كان النصاب سببا باعتبار النماء تكرر الوجوب بتكرر النماء،

الفتاوى الهندية - (1 / 191)

وَهِيَ[صدقة الفطر] وَاجِبَةٌ عَلَى الْحُرِّ الْمُسْلِمِ الْمَالِكِ لِمِقْدَارِ النِّصَابِ فَاضِلًا عَنْ حَوَائِجِهِ الْأَصْلِيَّةِ كَذَا فِي الِاخْتِيَارِ شَرْحِ الْمُخْتَارِ، **وَلَا يُعْتَبَرُ فِيهِ وَصْفُ النَّمَاءِ**

الدر المختار - (2 / 360)

(ذِي نِصَابٍ فَاضِلٍ عَنْ حَاجَتِهِ الْأَصْلِيَّةِ) كَدَيْنِهِ وَحَوَائِجِ عِيَالِهِ **(وَإِنْ لَمْ يَنمَّ)** كَمَا مَرَّ (وَبِهِ) أَيْ بِهَذَا النِّصَابِ (تَحْرُمُ الصَّدَقَةُ) كَمَا مَرَّ، وَتَجِبُ الْأُضْحِيَّةُ وَنَفَقَةُ الْمَحَارِمِ عَلَى الرَّاجِحِ

(۵)۔۔۔ جیسا کہ پہلے واضح ہو چکا ہے کہ قربانی اور صدقہ فطر کے نصاب کے سلسلے میں جانوروں کی قیمت کا اعتبار اس وقت کیا جائے گا جبکہ وہ حاجتِ اصلیہ سے زائد ہوں، اگر کسی عورت کی ملکیت میں جانور ہوں اور وہ اس کی حاجتِ اصلیہ سے زائد نہ ہوں تو محض ان جانوروں کی وجہ سے اس عورت پر قربانی یا صدقہ فطر واجب نہیں ہوگا، واضح رہے کہ یہاں اس بات سے کوئی فرق نہیں آتا کہ جانوروں کو چارہ کہاں سے اور کس کی زمین سے دیا جارہا ہے۔

(۶)۔۔۔ ایسے جانوروں کا کوئی خاص نام نہیں ہے، بلکہ انہیں "حاجتِ اصلیہ" میں شمار کیا جائیگا۔

(۷)۔۔۔ "امداد السائلین ۲/۴۱۴" میں صرف اُن بھیڑوں کی وجہ سے قربانی یا صدقہ فطر کو لازم قرار دیا گیا ہے جو حوائجِ اصلیہ سے زائد ہوں اور خود ان کی قیمت یا دوسرے حوائجِ اصلیہ کے ساتھ ملکر ان کی قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر ہو جائے، جو بھیڑ بکریاں حوائجِ اصلیہ میں داخل ہوں اُن کا ذکر وہاں نہیں ہے۔

(۸)۔۔۔ کسی انسان کے "اہل وعیال" شرعاً گھر کے وہ افراد کہلاتے ہیں جو انسان کے ساتھ رہتے ہوں اور اُن کا نفقہ انسان پر واجب ہو، لہذا اس میں بیوی شامل ہے، اسی طرح بیٹیاں شادی ہونے تک اور نابالغ بیٹے بھی شامل ہیں، بشر طیکہ ان کی اپنی ملکیت میں مال نہ ہو، بالغ بیٹے یا ان کی بیوی بچے اہل وعیال میں شمار نہیں ہوں گے، تاہم وہ بالغ بیٹے جو کسی مرض وغیرہ کی وجہ سے کمانے کی قدرت نہ رکھتے ہوں اُن کا نان ونفقہ بھی چونکہ والد پر ہے، اس لیے وہ بھی اہل وعیال میں شمار ہوں گے۔

البحر الرائق، دارالكتاب الاسلامي - (2 / 337)

وَالْمُرَادُ بِالْعِيَالِ مَنْ تَلْزَمُهُ نَفَقَتُهُ

الدر المختار - (2 / 461)

(فَضْلًا عَمَّا لَا بُدَّ مِنْهُ) كَمَا مَرَّ فِي الزَّكَاةِ وَمِنْهُ الْمَسْكَنُ وَمَرَمَّتُهُ وَلَوْ

كَبِيرًا يُمْكِنُهُ الِاسْتِغْنَاءُ بِبَعْضِهِ، وَالْحَجُّ بِالْفَاضِلِ فَإِنَّهُ لَا يَلْزَمُهُ بَيْعُ الزَّائِدِ. (وَ) فَضْلًا **عَنْ (نَفَقَةِ عِيَالِهِ) مِمَّنْ تَلْزَمُهُ نَفَقَتُهُ**

التعریفات للجرجانی– (1 / 205)

عيال الرجل: هو الذي يسكن معه وتجب نفقته عليه كغلامه وامرأته وولده الصغير،

فتاوی قاضیخان – (1 / 218)

نفقة الأولاد الصغار والأناث المعسرات على الأب لا يشاركه في ذلك أحد ولا تسقط بفقره ولا يجب عليه نفقة الذكور الكبار إلا أن يكون الولد عاجزاً عن الكسب لزمانة أو مرض فتكون نفقته على والده ومن يقدر على العمل لكن لا يحسن العمل فهو بمنزلة عاجز لأن من لا يحسن العمل لا يستأجره الناس قال الشيخ الإمام شمس الأئمة الحلوأني رحمه الله تعالى وقد لا يقدر الرجل الصحيح على الكسب لحرفة أو لكونه من أهل البيوتات فإذا كأن هكذا كانت نفقته على والده وأن كانت له قوة العمل قال وهكذا قالوا في طالب العلم إذا كأن لا يهتدي إلى الكسب لا تسقط نفقته عن والده ويكون كالزمن والأنثى والولد الصغير،.......................

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم بالصواب

شاد محمد عفی عنہ

دارالافتاء جامعہ دارالعلوم کراچی

۹/ربیع الاول/۱۴۳۶ھ

یکم جنوری/۲۰۱۵ء